بحیثیت ماہرِ معیشت سیرت رسول اللہ ﷺ کا روشن پہلو انسدادِ غربت

محمد عبدالرحمٰن ناصر☆

Abstract:

"Poverty has become one of the major problems faced by the modern world. There are many strategies to tackle the problem of poverty like all other spheres of human life Prophet Muhammad (SAW) also laid principles in the field of economics. A strategy based on the Seerah of the holy Prophet Muhammad (SAW) will be the best choice to eliminate the poverty. In this article Prophet's contribution in eradicating of poverty is being highlighted."

بلاشبہ دور حاضر میں انسانیت کیا جتماعی مسائل میں سے ایک بہت بڑا مسئلہ غربت کا ہے۔اس وقت دنیا کی تقریباً نصف آبادی (۵۰ فیصد لوگ) کسمپرسی اور غربت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔یہ اعدادوشمار بھی غربت کے اس معیار کے مطابق ہے جو ورلڈ بنک نے طے کیا ہے۔غربت کے معیار کے معاملے میں ورلڈ بنک نے جو پیمانہ مقرر کیا ہے اس کے مطابق جس شخص کی یومیہ آمدنی ایک یا دو ڈالر سے کم ہو اسے غریب کہا جائے گا۔(۱)

جبکہ معاشی لوازمات زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے غربت کی توضیح ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ غربت کسی انسان کی ایسی حالت کا نام ہے جس میں اس کے پاس کم ترین معیار زندگی (Minimum standard of living) کے لیے اشد ضروری اسباب و وسائل کا فقدان ہو۔سادہ سے الفاظ میں کہا جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ غربت، بھوک و افلاس کا نام ہے۔جب کسی کو اتنی رقم میسر نہ ہو کہ وہ اپنا یا اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھر سکے تو یہ غربت ہے۔اگر کسی بیمار کے پاس اتنی مالی استعداد نہ ہو کہ وہ اپنا علاج کروا سکے تو یہ غربت ہے۔جب کسی کے پاس سر چھپانے کی جائے پناہ نہ ہو تو یہ غربت ہے۔جب بارش میں کوئی اپنے گھر کی چھت کو ٹپکتے ہوئے دیکھنے پر مجبور ہو تو یہ غربت ہے۔جب ایک ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے کے بجائے پانی پلانے پر مجبور ہو تو یہ غربت ہے، جب دو وقت کی روٹی کے لیے لوگوں کی عزتیں ان

☆ پی ایچ ڈی سکالر، لیکچرر گورنمنٹ ڈگری کالج شاہ کوٹ، ضلع ننکانہ صاحب

کی مرضی سے سربازار بکنے لگیں تو یہ غربت ہے، جب والدین اپنے جگر گوشوں کو چند ٹکوں کے بدلے فروخت کریں تو یہ غربت ہے۔ یہ وہ غربت کے چند پیمانے ہیں جو کہ کم از کم معیار زندگی کو مدنظر رکھ کر گنوائے جاسکتے ہیں۔

اگر کسی کی غربت اور فقر جانچنے کے لیے ورلڈ بنک کا مقرر کردہ مذکورہ پیمانہ تسلیم کرلیا جائے تو ورلڈ بنک ہی کی اپنی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۱ء میں دنیا کی ۶ ارب سے زائد آبادی میں سے ۱.۱ ارب افراد ایک ڈالر یومیہ سے کم اور ۲.۷ ارب افراد دو ڈالر یومیہ سے کم آمدن پر زندگی گذارنے پر مجبور تھے۔[۲]
اس جگہ ایک بات کا ذکر کرنا اہم ہوگا کہ ورلڈ بنک کے یہ اعداد وشمار اپنی جگہ ہیں لیکن جن لوگوں کو بھارت، بنگلہ دیش اور پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں عوام کی حالت دیکھنے کا موقع نصیب ہوا ہے وہ اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اصل صورتحال اس ایک دو ڈالر کے خط غربت سے بہت زیادہ ابتر اور تکلیف دہ ہے۔

پاکستان میں حکمران طبقے کی بے حسی، ان کی مہنگائی فروغ پالیسیوں، دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، وسائل میں کمی، بیروزگاری اور دیگر متعدد مسائل کی بنا پر غربت کی شرح میں دن بدن اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ غربت کی اِس بڑھتی ہوئی شرح کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی ایک غیر سرکاری تنظیم سسٹین ایبل ڈویلپمنٹ پالیسی انسٹی ٹیوٹ (Sustainable Development Policy Institute) نے پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت پر ایک تحقیقی رپورٹ جاری کی ہے جس کے مطابق پاکستان کی ایک تہائی سے زائد آبادی تو وہ ہے جو غربت کی لکیر سے بھی انتہائی نچلی سطح پر زندگی گزار رہی ہے۔[۳]

عالمی بینک کی رپورٹ ورلڈ ڈیولپمنٹ انڈیکیٹرز (world development indicators) کے ۲۰۰۸ء میں کیے گئے ایک سروے کے مطابق پاکستان کی ۶۰.۲٪ فیصد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے جبکہ بھارت اور بنگلہ دیش میں پاکستان سے کہیں زیادہ غربت پائی جاتی ہے۔ بھارت میں غربت کی شرح ۶۸ اعشاریہ سات (۶۸.۷٪) فیصد اور بنگلہ دیش میں ساڑھے ۷۶ (۷۶.۵٪) فیصد ہے۔[۴]

دنیا میں بڑھتی ہوئی غربت صرف تیسری دنیا کی ترقی پذیر ممالک ہی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ انتہائی ترقی یافتہ ممالک، جن میں اپنے آپ کو دنیا کے سیاہ وسپید کے مالک سمجھنے والے ممالک بھی شامل ہیں، بھی اپنے تمام تر وسائل اور کوششوں کے باوجود غربت کے اس عفریت کے سامنے بے بس دکھائی دیتے ہیں۔

گذشتہ برس کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا کی واحد سپر پاور سمجھی جانے والی ریاست امریکہ میں غربت کی شرح ۱۵ فیصد ہے یعنی تقریباً سات میں سے ایک امریکی مفلسی کا شکار ہے۔ اس کا مطلب

یہ ہوا کہ دنیا کے اس امیر ترین ملک کے چار کروڑ ۶۰ لاکھ افراد غربت کی لکیر سے نچلی سطح پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔(۵)

ترقی یافتہ یورپین ممالک کی صورت حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ بین الاقوامی امدادی تنظیم آکسفیم (Oxfam) نے چند ماہ پہلے یورپین یونین میں بڑھتی ہوئی غربت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ایک تازہ ترین رپورٹ جاری کی ہے۔ یہ رپورٹ اس تنظیم نے یورپی یونین کے وزرائے خزانہ کے ۱۳ستمبر ۲۰۱۳ء کو ولنیئس (Vilnius) میں ہونے والے اجلاس کے پیش منظر یورپین حکومتوں کو بطور انتباہ جاری کی ہے۔ آکسفیم نے اپنی اس رپورٹ میں اپنے تجزیے کی بنیاد اس بات کو بنایا ہے کہ یورپی یونین کے محکمہ شماریات یوروسٹیٹ (Eurostat)(۶) نے اپنی ایک رپورٹ میں اپنی حکومتوں کو انتباہ کیا تھا کہ ان کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۱۱ء تک ۵۰۰ ملین آبادی پر مشتمل یورپی یونین میں ایک سو اکیس (۱۲۱) ملین افراد غربت کے عالم میں زندگی کے شب روز بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ آکسفیم (Oxfam) کہتی ہے:

> "Oxfam's analysis is based on the EU's official definition of poverty. In 2011, there were 121 million people at risk of poverty in the EU representing 24.3 per cent of the population."(7)

آکسفیم نے اپنی اس رپورٹ میں یورپین حکومتوں کو خبردار کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ اگر برطانیہ، اسپین اور دیگر یورپین ممالک کی موجودہ معاشی پالیسیاں اسی طرح جاری رہیں اور غربت کے مسئلے پر قابو نہ پایا گیا تو صرف بارہ سال بعد ۲۰۲۵ء تک مزید ۱۵ تا ۲۵ ملین یورپی باشندے خط افلاس تک پہنچ سکتے ہیں، جس سے یورپ کے ۱۴۶ ملین افراد یعنی مجموعی یورپی آبادی کی ایک چوتھائی سے بھی زائد آبادی غربت کے خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔ آکسفیم (Oxfam) کہتی ہے:

> "If left unchecked, austerity policies could put between 15 and 25 million more Europeans at risk of poverty by 2025 - nearing the population of the Netherlands and Austria combined. This would bring the number of people at risk of poverty in Europe up to 146 million, over a quarter of the population, warns international agency Oxfam as EU Finance Ministers meet in Vilnius tomorrow."(8)

مذکورہ تحقیقی اعداد وشمار کے مطابق غربت کا عفریت مسلسل طاقتور ہو رہا ہے اور یہ مسئلہ کسی غریب فرد کا نجی اور ذاتی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسا اجتماعی مسئلہ ہے جو کسی بھی وقت کسی ملک کے امن وامان کو تہ و بالا کرنے کا سبب بن سکتا ہے کیونکہ غربت کے شکار افراد غربت کی وجہ سے متعدد قسم کی نفسیاتی

الجھنوں کا شکار ہوجاتے ہیں اور پھراپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے مختلف قسم کے جرائم میں مبتلا ہوکرامن عامہ کے لیے خرابی کا باعث بنتے ہیں۔

یادرہے کہ غربت کاالمیہ کوئی نیاالمیہ نہیں ہے بلکہ غربت کی تاریخ پرنظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ صرف دورحاضر کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ انسانی تاریخ کے آغاز ہی سے غربت اورامارت کا دورلوگوں میں متوازی چلتا رہا ہے،دولت کی غیرمساویانہ تقسیم،طاقتور کا کمزور کا مال ہڑپ کرجانا،امیر و غریب کے مابین کھینچی جانے والی امتیازی لکیر قدیم ادوار سے اسی طرح چلی آرہی ہے۔ماضی کے ان ادوارمیں بادشاہت کے مال وزر کے ہوس پرست ظالمانہ کرداراورلوگوں کے غیرمہذب اورغیرشائستہ رویوں کی وجہ غربت کے خاتمے کی طرف یاتو کوئی توجہ دی نہیں گئی اوراگرکبھی کسی منصف اورغریب پرور حکمران نے اس طرف توجہ دی بھی تو وہ ناکافی تھی۔

ماضی قریب میں ماضی بعید کی تمام قباحتوں کا سدباب کرنے اوران سے جان چھڑانے کے لیے مختلف ممالک میں مختلف قوانین اورنظام متعارف کروائے گئے کسی نے سرمایہ دارانہ نظام کا نعرہ لگایا،کسی نے جمہوریت کو دکھی انسانیت کا مسیحا قرار دیا،کسی نے کیمونزم پرعوام کی بقا کا دارومدار رکھا، مزید برآں دورحاضرمیں دنیاکے ترقی یافتہ ممالک اس بڑھتی ہوئی غربت کے روک تھام کے لیے اپنے اپنے دائرے میں کوشاں ہیں اوراقوام متحدہ بھی ان کوششوں میں ان کے ساتھ ہے۔اقوام متحدہ نے ۱۹۹۲ء سے سترہ اکتوبرکو باضابطہ غربت کے خاتمے کا عالمی دن قراردیا ہے،چنانچہ ہرسال سترہ اکتوبرکو دنیا بھرمیں غربت کے خاتمے کے عالمی دن کے طور پرمنایا جاتا ہے۔اس دن کومنانے کا مقصد پوری دنیا بالخصوص ترقی پذیرممالک میں پائی جانے والی غربت کے خاتمے کے لیے عالمی برادری میں احساس پیدا کرنا ہے۔اس دن دنیا بھرمیں غربت،محرومی اورعدم مساوات کے خاتمے،غریب عوام کی حالت زاراور ان کی فلاح وبہبود کے منصوبوں کی اہمیت کواجاگرکرنے کے لیے سیمینار،مذاکروں،مباحثوں اورخصوصی پروگرامز کا اہتمام کیا جاتا ہے،لیکن ان تمام ترکوششوں کے باوجود غربت ہے کہ بڑھتی ہی چلی جارہی ہے اورسپر پاورزاورترقی یافتہ ممالک سمیت کسی بھی ملک میں تاحال اس کا حوصلہ افزا سدباب اورروک تھام نہیں ہوسکا۔

اس محاذ پردنیا کی ناکامی کا سبب میں سمجھتا ہوں یہ ہے کہ انھوں نے غربت کا سبب اس چیز کو قراردیا ہے جوحقیقت میں اس کا سبب نہیں ہے،ایک عام آدمی سے لےکرایک پڑھے لکھے ماہر معاشیات تک سبھی لوگ وسائل اوردولت کی کمی کوغربت کا سبب قرار دیتے ہیں،لہٰذا ایک غریب آدمی سے لے کر سرمایہ داراورامیرشخص تک ہرکوئی اپنے آپ کوغربت سے بچانے کے لیے جائزوناجائز ذریعے سے دولت اکٹھی کرنے کی تگ ودومیں شب وروز کو بھلائے بیٹھا ہے اورہرشخص میں دولت کی ہوس اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اس کے سامنے دنیا کا ہررشتہ،ہرقانون اورہرمذہب ہیچ اورفرسودہ بن کررہ گیا ہے،حالانکہ ذخیرۂ

دولت غربت کے مسئلے کا حل نہیں ہے۔اگر دولت کی فراوانی غربت کا حل ہوتی تو جس قدر مال وزر کی فراوانی اور اکتساب دولت کے وسائل میں ترقی آج موجود ہے ماضی میں کہیں دکھائی نہیں دیتی، لہٰذا اس ترقی کے بعد تو کوئی غربت نہیں رہنی چاہیے تھی، لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ بھوک ونگ میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے، بیروزگاری عام ہورہی ہے اور فاقہ زدہ افراد کی تعداد روزافزوں ہے۔

میرے ناقص علم کے مطابق موجودہ غربت کا سبب ہماری اقدار، سوچ وفکر کی پستی اور موجودہ نظام معیشت ہے جس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہر شخص حصول دولت اور صرف دولت (دولت خرچ کرنے) کے انداز اور طور طریقے میں آزاد ہے نیز وہ اپنی دولت کا بلاشرکت غیر خود مختار مالک ہے وہ اسے جیسے چاہے حاصل اور جہاں چاہے خرچ کرسکتا ہے۔جب تک انسان کی یہ سوچ رہے گی اور وہ اس نظام کے تحت زندگی گزارے گا وہ کبھی بھی دنیا سے غربت کا خاتمہ نہیں کرسکے گا، بلکہ میں تو کہوں گا کہ ایک مال دار اور سرمایہ دار شخص بھی اپنی ذاتی غربت کا خاتمہ نہیں کرسکے گا، کیونکہ فقر وغربت صرف اس حالت کا نام نہیں کہ آدمی کے پاس دولت کا فقدان ہو، اس کے پاس وافر پیسہ نہ ہو یا روزگار کی کمی ہو، بلکہ یہ بھی فقر ہے کہ کوئی آدمی اپنی موجودہ دولت کو اپنی ضروریات کے لیے ناکافی سمجھے اور وہ اپنے آپ کو مزید دولت کا محتاج اور ضرورت مند قرار دے۔غربت کو اگر وسیع معانی میں لیا جائے تو یہی ذہنی مفلسی سب سے بڑی غربت ہے، یہی وہ مفلسی اور فقر ہے جو امراء، روٴسا، بڑے بڑے صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کو غرباء کی حقوق تلفی پر ابھارتی اور فاقہ کش غرباء کے استحصال کو ان کے لیے مزین اور فرحت افزاء بنا کر پیش کرتی ہے۔یاد رکھیں جب تک کسی ریاست کے ارباب بست وکشاد عوام کو اس ذہنی مفلسی سے نہیں نکالیں گے اس وقت تک اذہان میں مثبت خیالات کی بجائے منفی جذبات ہی پرورش پائیں گے، معاشرے میں معاشی فتنہ وفساد پیدا ہوگا کہ جو ذہنی پسماندگی کی طرف لے جاتا ہے اور نتیجہ معاشی پسماندگی کی صورت میں نکلتا ہے۔یہ وہ چیز ہے جو آج ہمارے ہاں غربت کے خاتمے کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔جب ہم اس دیوار اور رکاوٹ کا خاتمہ کردیں گے غربت خود بخود ختم ہوجائے گی۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا غربت وفقر واقعی ایسا پیچیدہ اور لاینحل مسئلہ ہے کہ انسانوں کی ہزاروں سالوں پر محیط تاریخ میں کوئی بھی اس پر قابو نہیں پاسکا حتی کہ موجودہ ترقی یافتہ اور مہذب دور کے لامتناہی وسائل کے مالک ترقی کے اوج ثریا کو چھونے والے بڑے بڑے ممالک بھی اس کے سامنے بے بس دکھائی دیتے ہیں؟

نہیں! غربت کوئی ایسا لاینحل مسئلہ نہیں ہے کہ جس کا سد باب ممکن نہ ہو۔ہمیں رسول اللہ ﷺ کی بابرکت سیرت کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف اس کا حل پیش کیا بلکہ آپ اور آپ کے ماننے والوں نے اسے اپنی مملکت میں لاگو کرکے عملی طور پر ثابت بھی کیا ہے۔تاریخ کے اوراق اعلانیہ طور پر اس بات کا ثبوت ہیں کہ دنیا میں آج تک صرف ایک ہی حکومت ایسی گزری ہے جس

نے اپنے دور میں غربت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ تین براعظموں پر محیط اور تقریباً ستاون لاکھ اکانوے ہزار مربع میل رقبے پر مشتمل عظیم وسیع وعریض سلطنت اسلامیہ میں کوئی آدمی غریب نہیں تھا۔(۹) یہ اسلامی دور حکومت کی بات ہے جس کی بنیاد دنیا کے سب سے بڑے ماہر معیشت سرور کائنات حضرت محمد ﷺ نے رکھی تھی اور آپ نے غربت کے خاتمے کے لیے کوئی اچھوتا، لوگوں کے لیے کوئی اجنبی اور نیا نظام معیشت وضع نہیں کیا تھا، بلکہ آپ نے دنیا میں چلنے والے نظام معیشت کی بنیادی خامیاں دور کر کے اسے عمدہ اور خوبصورت شکل میں لوگوں پر نافذ کر دیا تھا اور اس نظام معیشت کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی سالوں میں اسلامی حکومت کے زیر تسلّط علاقوں میں غربت کا خاتمہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک کے ابتدائی حالات دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اپنی دولت چھوڑ کر آنے والے تہی داماں مہاجرین اور سالہا سال کی باہمی لڑائیوں کے ستائے ہوئے اوس وخزرج کے مفلوک الحال انصار کے ہاں مشرکین مکہ اور دیگر کفار سے مسلسل نبرد آزمائی اور جہاد کی وجہ سے غربت موجودہ دور کی نسبت کہیں زیادہ تھی۔ حضرت عثمان، ابوطلحہ، ابوبکر، عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذؓ سمیت چند گنے چنے انصار ومہاجرین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے بعض کے پاس سر چھپانے کے لیے چھت نہیں تھی، اگر کسی کے پاس گھر تھا تو تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے نہیں تھے۔(۱۰) صحابہ کرام میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن کے پاس صرف ایک چادر تھی(۱۱) جسے وہ دن میں تہبند بنا لیتے اور رات کے وقت اسی کو اوڑھنا بچھونا بنا کر سو رہتے، ان کی فاقہ زدگی کا عالم یہ تھا کہ کئی کئی دن درختوں کے پتے، کانٹے یا ایک ایک کھجور کھا کر رازق کل جل جلالہ کے حضور سجدہ شکر بجا لاتے تھے،(۱۲) خود سرور کائنات کے گھریلو حالات کی بابت حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ سامان خورونوش کی قلت کی وجہ سے مہینہ مہینہ دو دو مہینے چولہے میں آگ جلانے کی نوبت نہ آتی۔(۱۳) نیز فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی مسلسل تین دن تک آٹے کی روٹی نہیں کھائی،(۱۴) بلکہ دوسرے یا تیسرے دن فاقہ ضرور آپ کا گھر دیکھ لیتا تھا۔ خادم رسول ﷺ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تاحیات چھنے ہوئے آٹے کی باریک چپاتی نہیں دیکھی۔(۱۵)

یہ وہ حالات تھے جن میں رسول اللہ ﷺ نے انسداد غربت کے لیے دنیا کو وہ مایہ ناز نظام معیشت دیا کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں پوری اسلامی حکومت میں غربت کا خاتمہ ہو گیا اور بلا تفریق رنگ ونسل اور مذہب کے سلطنت اسلامیہ میں بسنے والا ہر شخص خوش حال ہو گیا۔ انسداد غربت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جن امور پر اسلامی معیشت کی بنیاد رکھی اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے میں ان میں سے چند چیدہ چیدہ اصول ذیل میں ذکر کرتا ہوں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے غربت کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے حقیقی مفلسی کے بنیادی سبب کا نہ صرف ادراک کیا، بلکہ غربت کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور غربت کی بابت لوگوں کی سوچ، فکر

اور نظریے کو تبدیل کیا اور ان کے دلوں میں یہ بات راسخ کردی کہ آدمی کی اصل دولت اس کا قناعت پسند اور اس کے دل کا دولت مند ہونا ہے۔ آپ نے فرمایا:

"وَارضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَکُنْ اَغنَی النَّاسِ"(۱۶)

(اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے جو (مال) تقسیم کیا ہے اس پر راضی اور خوش ہو جاؤ تو تم تمام لوگوں سے زیادہ مال دار ہو جاؤ گے۔)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَیسَ الْغِنیٰ عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنیٰ غِنَی النَّفْسِ"(۱۷)

(دولت مندی مال کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ حقیقی دولت دل کا غنی اور مال دار ہونا ہے۔)

۲۔ اسلامی معیشت کی بنیاد رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایک اصول یہ بھی دیا کہ ان میں سے کوئی شخص قارونی، سامراجی اور سرمایہ دارانہ نظام کے طرزِ عمل اور فکر سے متاثر نہ ہو جس کے مطابق ہر سرمایہ دار اور قارونی ذہنیت کا مالک شخص یہ تصور اپنے دل و دماغ میں لیے بیٹھا ہوتا ہے کہ اس کا سرمایہ اور دولت اللہ کی عطا کردہ ہے نہ وہ اس دولت میں تصرف کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی معین کردہ حدود کا پابند ہے اور نہ ہی وہ اس مال میں دوسروں کا حق تسلیم کرتا ہے جس کے مطابق اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ غرباء، مساکین، یتیم اور دیگر مستحقین پر نہ صرف بخوشی اپنا مال خرچ کرے بلکہ اسے اپنے اوپر بوجھ اور غرباء پر اپنا احسان نہ سمجھے۔ اس قارونی فکر اور سوچ کے برعکس اسلامی فکر میں سرمایہ اور دولت انسانی علم یا اس کی صلاحیتوں کی پیداوار نہیں بلکہ محض اللہ کی عطا ہے اور انسان اس کا بلاشرکت غیرے مالک نہیں بلکہ اس کی حیثیت محض نائب اور امین کی ہے اور اس کے مال میں دوسرے مستحق افراد کا بھی اسی طرح حق ہے جیسے خود مالک کا اس میں حق ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَ اللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ"(۱۸)

(اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے، مگر جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی دولت اپنے زیردست لوگوں پر نہیں لوٹاتے، حالانکہ وہ سب اس میں برابر ہیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں؟)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ"(۱۹)

(ان کے مالوں میں سائل اور محروم لوگوں کا حق ہے۔)

گویا معاشرے میں مال اور رزق کی تقسیم کا نظام انسان کی اپنی پیدا کردہ ناہمواریوں کی وجہ سے تباہ و برباد ہوا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو برابر کا حقِ معاش عطا فرمایا ہے اور معاشرے کے متمول اور صاحبِ ثروت افراد کا معاشرے کے محروم المعیشت اور مفلوک الحال لوگوں کو معاشی حقوق ادا کرنا ان پر احسان نہیں بلکہ یہ اصل حقدار کو اس کا حق لوٹانا ہے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بے مثال تربیت سے نہ صرف صحابہ کرام کے کردار کو ان آیات کا عملی نمونہ بنا دیا بلکہ آپ نے اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر تقسیم دولت میں کارفرما اللہ تعالیٰ کے نظام سے پردہ اٹھاتے ہوئے ان کے قلوب و اذہان میں اس نظریے کو جلا بخشی کہ تمھاری دولت میں ہونے والا اضافہ بھی درحقیقت تنگدست اور فقراء کا مرہون منت ہے لہٰذا اپنے فاقہ کش اور غریب لوگوں پر مال خرچ کرنے کو اپنے اوپر ناروا بوجھ خیال نہ کرو۔ آپ نے فرمایا:

"ابْغُونِي ضُعَفَاءَ كُمْ فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ"[۲۰]

(میری رضا اپنے کمزور لوگوں کے ساتھ احسان کر کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، کیونکہ تمھیں اپنے کمزور اور ضعیف لوگوں کی وجہ سے (مال و دولت) رزق اور نصرت ملتی ہے۔)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے عہد میں دو بھائی تھے جن میں سے ایک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہتا تھا اور دوسرا جو کہ کاریگر تھا، محنت مزدوری کرتا تھا، محنت و مزدوری کرنے والے نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

"لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ"[۲۱]

(تجھے بھی شاید اسی کی وجہ سے روزی ملتی ہے۔)

کاریگر بھائی نے یہ شکایت کی کہ یہ میرا بھائی آپ کے پاس فضول بیٹھا رہتا ہے اور روزی کمانے میں میرے ساتھ تعاون نہیں کرتا جبکہ کھانے میں میرے ساتھ شریک ہوتا ہے، اس پر آپ ﷺ نے شکایت کرنے والے کی یہ فہمائش کی کہ وہ علم دین سیکھنے کے لیے میرے پاس رہتا ہے، اس لیے یہ نہ سمجھو کہ تمھیں جو تمہاری کمائی سے روزی ملتی ہے وہ اس میں شریک بن کر تمھارے اوپر بوجھ بنتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمھاری کمائی میں اس کی وجہ سے برکت شامل ہوتی ہے، اس لیے تم گھمنڈ میں مت مبتلا ہونا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں لگنے والوں کی تائید اور معاونت کرنا دیگر اہل خانہ کی ذمہ داری ہے نہ کہ اس پر احسان۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ انسداد غربت اور اسلامی ریاست کے معاشی امور بجالانے کے لیے عوام کو دو حصوں مسلم اور غیر مسلم میں تقسیم کیا اور ان میں سے مسلمانوں پر آپ نے نظام زکوۃ و عشر کو لاگو کیا جس کے تحت ہر صاحب نصاب مسلمان کو سال میں ایک مرتبہ اپنی جائیداد میں سے ایک مخصوص

حصہ اللہ تعالی کی راہ میں حکومت کو ادا کرنا ہوتا ہے اور اسی طرح اپنی فصل سے بھی ایک مقررہ شرح کے مطابق عشر ادا کرنا لازم ہے، جبکہ غیر مسلموں پر آپ نے جزیہ اور خراج کے نام سے ایک ٹیکس عائد کیا اور یہی وہ ذرائع ہیں جن پر اسلامی حکومت کی معیشت کا دارومدار ہے۔ آج کل بعض مسلمان زکوٰۃ پر معترض ہیں اور مستشرقین اسلام کے نظام جزیہ وخراج کو ظالمانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں امور مبنی برانصاف اور اسلام سے ماقبل کی حکومتوں کے مقابلے میں مبنی براحسان ہیں۔

زمانہ قدیم سے دور حاضر تک ہر حکومت اپنی ضروریات اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے جو اخراجات کرتی ہے ان کی تکمیل کے لیے عوام پر مختلف قسم کا ٹیکس عائد کرتی ہے۔ اگر ہم حکومتوں کے ان ٹیکسز کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے ان میں سے بیشتر ٹیکس ظالمانہ ناروا اور عوام کے استحصال پر مبنی ہوا کرتے ہیں، حتی کہ ان میں سے بعض ٹیکس (مثلا سیل ٹیکس وغیرہ) ایسے بھی ہوتے ہیں جو غرباء، مساکین اور فقراء سے بھی وصول کیے جاتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ دور حاضر کی مانند اپنے حکمرانوں کو مختلف قسم کے ظالمانہ ٹیکس ادا کیا کرتے تھے اور اسی طرح وہ لوگ اپنے اپنے مذہب کے مطابق اپنے معبودوں کے لیے نذر و نیاز بھی جمع کرتے تھے نیز ان میں سے بعض مخیرّ لوگ غرباء اور مسافروں پر بطور صدقہ اپنا مال بھی لٹایا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ نے جس اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی اس میں آپ نے صدیوں سے چلنے والے حکومتی نظام معیشت کے لوگوں پر لگائے گئے ناروا اور ظالمانہ ٹیکسز کا خاتمہ کر کے مسلمانوں پر زکوٰۃ وعشر کو فرض قرار دیا اور اس کے لیے ایسے ضابطے مقرر کیے جن کی موجودگی میں زکوٰۃ وعشر مسلمانوں پر ماضی کے ٹیکسز کے مقابلے میں کوئی بوجھ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے سلسلے میں ایک تو آپ نے یہ کیا کہ اسے صرف مال دار صاحب نصاب لوگوں پر فرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

> "أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً تُؤخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"(۲۲)
>
> (بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں پر زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال داروں سے وصول کر کے ان کے فقراء پر خرچ کی جائے گی۔)

اس کے ساتھ ساتھ آپ نے زکوٰۃ کا مکمّل نصاب اور شیڈول دے کر یہ حکم نامہ بھی جاری فرمایا:

> "فَمَنْ سُئِلَهَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهِهَا فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ"(۲۳)
>
> (مسلمانوں میں سے جس شخص سے اس نصاب اور شرح کے مطابق مال طلب کیا جائے وہ اسے ادا کرے اور جس سے اس شرح سے زائد مطالبہ کیا جائے وہ ادا نہ کرے۔)

معلوم ہوا کہ غرباء، مساکین اور مسلم معاشرے کے دیگر مفلوک الحال لوگوں سے رسول

اللہ ﷺ نیز بردستی کسی قسم کا کوئی مال لینا جائز قرار نہیں دیا اور مال داروں پر بھی ان کے مال کی نسبت سے بہت کم شرح اللہ کے رستے میں زکاۃ دینا فرض ہے، نیز مسلمانوں پر رسول اللہ ﷺ نے جنگی اخراجات، عوام کی فلاح و بہبود اور دیگر تمام قومی ضروریات کی تکمیل کے لیے زکوۃ وعشر کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا اور اگر کبھی رسول اللہ ﷺ کو اچانک کوئی ضرورت پیش آئی تو بھی آپ نے مسلمانوں سے زبردستی کوئی چیز وصول کی نہ ان پر کوئی ٹیکس عائد کیا، بلکہ لوگوں کو آزادانہ ترغیب دی کہ وہ اپنی مرضی اور استطاعت کے مطابق جو چاہیں دے دیں۔

بعینہٖ زکوٰۃ کی مانند آپ نے کفار سے جزیے اور خراج کا معاملہ کیا۔ اسلام نے اس ٹیکس کے سلسلے میں جو ضابطے اور اصلاحات نافذ کیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ جزیہ صرف ان افراد پر عائد کیا جاتا ہے جو لڑنے کے قابل ہوں، بچے، بوڑھے، خواتین اور معذور افراد وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو انھیں دیگر احکام کے ساتھ ساتھ جزیے کے بارے میں حکم دیا:

''أَنْ يَأْخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَارًا أَوْ عِدْلَهُ مَعَافِرَ''۔(۲۴)

(ہر بالغ (یہودی وعیسائی غیر مسلم) مرد سے ایک دینار یا اس کی برابر مالیت کا یمنی معافری کپڑا (بطور جزیہ) لینا۔)

حضرت عمرؓ نے عساکر اسلام کے امراء کو جزیے کے بارے میں ان الفاظ میں خط لکھا:

''أن يضربوا الجزية ولا يضربوها على النساء والصبيان ولا يضربوها الا على من جرت عليه الموسى''۔(۲۵)

(مفتوحین غیر مسلموں پر جزیہ لاگو کرو، لیکن عورتوں، بچوں اور ایسے نوخیزوں پر کوئی جزیہ عائد نہ کرنا جن پر ابھی استرے استعمال نہیں ہوئے یعنی ابھی وہ بالغ نہیں ہوئے۔)

امام ابو عبید قاسم بن سلامؒ اس اثر کی توضیح میں فرماتے ہیں:

''یہ حدیث جزیے کے اصول ومبادی پر مشتمل ہے کہ کن لوگوں پر جزیہ عائد ہوگا اور کن پر نہیں ہوگا۔ تم دیکھتے نہیں کہ حضرت عمرؓ نے عورتوں اور بچوں کی بجائے صرف بالغ مردوں پر جزیہ مقرر کیا ہے کیونکہ جنگ میں انھیں بالغ مردوں ہی کو قتل کرنے کا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث (على كل حالم دينارا) ''ہر بالغ مرد پر ایک دینار لازم ہے'' سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی عورتوں اور بچوں کی بجائے صرف بالغ مردوں کو جزیے سے مخصوص کیا ہے۔''(۲۶)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا کہ وہ کیوں بھیک مانگتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس جزیہ ادا کرنے کے لیے مال نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے آپ کو برا بھلا کہا اور فرمایا:

"ما أنصفناک ان أکلنا شبیبتک ، ثم نأخذ منک الجزیة"

(ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا، ہم نے تیری جوانی کھالی پھر بھی تجھ سے جزیہ لیتے ہیں۔)

اس کے بعد آپ نے اپنے تمام گورنروں کے نام یہ حکم نامہ جاری کیا کہ کسی بوڑھے سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔(۲۷) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس بوڑھے کے لیے اس کی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔(۲۸)

معلوم ہوا کہ اسلام نے جزیے کے معاملے میں سختی نہیں کی بلکہ جہاں ضرورت پڑی تو جزیہ معاف کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے بیت المال سے اس کی دادرسی بھی کی۔ اسی لیے خلیفہ راشد خامس عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا:

"جزیہ صرف صاحب استطاعت پر عائد کرو۔"(۲۹)

ب۔ جزیہ لوگوں کی مالی حالت کو مدنظر رکھ کر عائد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ امام مجاہد سے ابن ابونجیح نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ شامیوں پر چار دینار جزیہ ہے جبکہ اہل یمن پر صرف ایک دینار؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا خوشحالی اور سرمایہ کے (تفاوت کے) پیش نظر کیا گیا ہے۔(۳۰)

ج۔ جزیہ کی وصولی میں انتہائی نرمی اختیار کی جاتی تھی، جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث سے عیاں ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہشام بن حکیم بن حزامؓ نے حمص کے ایک گورنر کو دیکھا کہ اس نے کچھ قبطیوں کو، جزیے کی عدم ادائیگی پر ان سے زبردستی جزیہ وصول کرنے کے لیے، دھوپ میں کھڑا کر رکھا تھا، تو انہوں نے کہا: یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یُعَذِّبُ الَّذِینَ یُعَذِّبُونَ النَّاسَ فِی الدُّنیَا"(۳۱)

(اللہ عزوجل ایسے لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیا کرتے ہیں۔)

حضرت عمرؓ کی یہ عادت تھی کہ خراج وغیرہ کی وصولی کے موقع پر آپ ہر علاقے کے دس معتمد افراد کو چار چار مرتبہ قسمیں دلا کر تحقیق کرتے کہ کہیں رقم کی وصولی میں زیادتی نہ کی گئی ہو۔(۳۲)

اسی طرح ایک مرتبہ جب حضرت حذیفہ اور عثمان بن حنیفؓ نے حضرت عمرؓ کو عراق کی زمینوں سے وصول شدہ خراج کا حساب پیش کیا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ انھوں نے خراج کی وصولی میں سختی تو نہیں کی؟ جس پر حضرت عثمان بن حنیفؓ نے جواب دیا کہ نہیں! بلکہ وہ تو اس سے دگنا ادا کر سکتے تھے۔(۳۳)

۵۔ انسانیت میں فقر و افلاس کے پائے جانے کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب گداگری اور تن آسانی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس ناسور کی نا صرف بروقت تشخیص کی بلکہ اس کے لیے تیر بہدف نسخہ بھی تجویز کیا۔ اس کے لیے ایک کام تو یہ کیا کہ آپ نے متعدد احادیث میں گداگری جیسی لعنت کی حوصلہ شکنی کی۔ آپ نے فرمایا:

"وَلاَ فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْأَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بَابَ فَقْرٍ"(۳۴)

(جب کوئی بندہ لوگوں سے مانگنا شروع کرتا ہے تو اللہ تعالی اس پر فقر وافلاس کا دروازہ کھول دیتا ہے۔)

اس لعنت کے سد باب کے لیے دوسرا کام آپ نے یہ کیا کہ اپنی امت کو تن آسانی سے منع کیا اور محنت اور ہاتھ کی کمائی کی ترغیب دی۔ فرمایا:

"وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَحْتَطِبَ عَلَى ظَهْرِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْتِيَ رَجُلاً فَيَسْأَلَهُ أَعْطَاهُ أَوْمَنَعَهُ"(۳۵)

(اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی شخص اپنی رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لے کر آئے یہ اس کے لیے اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی کے پاس جا کر اس کے سامنے دست سوال پھیلائے اور وہ اسے دے یا نہ دے۔)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ"(۳۶)

(کسی شخص نے اپنے ہاتھ سے کمائے ہوئے کھانے سے بہتر کھانا نہیں کھایا اور بلاشبہ حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔)

تیسرا کام آپ نے یہ کیا کہ اہل ثروت کو ایسے ضرورت مند، محتاج اور مساکین کی ضروریات پوری کرنے کی ترغیب دی جو کسی بھی وجہ سے اپنی حاجات پوری کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین بے شمار ہیں جو کسی صاحب علم سے اوجھل نہیں ہیں اس لیے میں اختصار کے پیش نظر ان کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

۶۔ عہد رسالت میں اگرچہ عام حالات میں بھی مسلمان انتہائی تنگدست، فاقہ کش اور غربت کے مارے ہوئے تھے لیکن بسا اوقات ان کے حالات انتہائی دگرگوں اور افلاس کے اس آخری درجے تک جا پہنچتے تھے کہ جہاں ان میں سے کسی کی تھوڑی بہت مالی امداد بھی ان کی فاقہ کشی کا مداوا نہیں کر سکتی تھی، لہٰذا ان خاص حالات میں رسول اللہ ﷺ نے انھیں یہ تعلیمات دیں کہ وہ ان حالات میں اشیائے خورونوش ذخیرہ نہ کریں بلکہ ایثار سے کام لیں، چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ قربانی کے موقع پر فرمایا:

"مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلاَ يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَفِى بَيْتِهِ مِنْهُ شَىْءٌ"(۳۷)

(تم میں سے جس شخص نے قربانی کی ہے وہ تیسرا دن اس حال میں نہ کرے کہ اس کے گھر میں گوشت کی ایک بوٹی بھی ہو۔)

چنانچہ صحابہ کرامؓ نے آپ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے گوشت کو ذخیرہ کرنے کے بجائے بانٹ

دیا۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں صحابہ کرام کو حکم دیا:

''مَنْ کَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ ظَهْرَ لَهُ وَمَنْ کَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لاَ زَادَ لَهُ، قَالَ "فَذَکَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَکَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لاَ حَقَّ لأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ''(۳۸)

(جس کے پاس زائد سواری ہو تو وہ اسے اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس زائد کھانا ہے تو وہ اسے اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس کھانا نہیں ہے۔''صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح چیزوں کے نام بیان فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ بات سمجھ لی کہ ہمارے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔)

اس حدیث میں ایک نہایت لطیف اور قابل توجہ نکتہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے یہاں ''فَلْيَعُدْ بِهِ'' ''لوٹا دو'' کے الفاظ فرمائے ہیں نہ کہ یہ فرمایا کہ ضرورت مندوں کو سواری اور کھانا دے دو۔سبھی لوگ جانتے ہیں کہ کسی چیز کے دینے اور لوٹانے میں بڑا واضح فرق پایا جاتا ہے۔اگر آپ اپنے ذاتی حق میں سے کسی کو کچھ دیں تو یہ عطاء ہوگی لیکن اگر معاشرے کے ظالمانہ استحصالی نظام کے تحت کسی غریب کا حق آپ نے سلب کر رکھا ہے اور آپ اب اسے اس کے حقیقی حقدار تک پہنچا دیں تو یہ دینا نہیں بلکہ لوٹانا ہوگا، لہٰذا معلوم ہوا کہ انسان کے پاس جو زائد مال ہے وہ درحقیقت کسی غریب کا حق ہے۔اب یہ اس کی مرضی ہے کہ وہ یہ حق کب اس کے حق دار کو لوٹاتا ہے۔یہی وجہ تھی کہ جب دور فاروقی میں قحط پڑا تو لوگوں کی مشکلات رفع کرنے کے حوالے سے حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی قسم! اگر قحط رفع نہ ہوتا تو میں ہر وسعت والے گھر میں ان کے گھریلو افراد کی تعداد کے برابر محتاج لوگ داخل کر دیتا کیونکہ ایک شخص کا کھانا یقیناً دو افراد کو ہلاک ہونے سے بچالیتا ہے۔''(۳۹)

معلوم ہوا کہ لوگوں کے پاس ضروریاتِ زندگی سے جو زائد مال ہے اس میں محروم المعیشت اور فقراء کا حق ہے۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے انسداد غربت کے لیے ایک اقدام یہ بھی کیا کہ اسلامی حکومت کے علاقے میں جہاں بھی کوئی بے آباد افتادہ زمین پڑی تھی اس کے بارے میں علی الاطلاق یہ اعلان فرمایا:

''مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ''(۴۰)

(جس نے کوئی بے آباد افتادہ زمین آباد کی تو وہی اس کا مالک ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے بنجر زمینوں کے بارے میں یہ بھی فیصلہ فرمایا:

''أَنَّ الأَرْضَ أَرْضُ اللَّهِ وَالْعِبَادَ عِبَادُ اللَّهِ وَمَنْ أَحْيَا مَوَاتًا فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ''(۴۱)

(زمین ساری اللہ کی زمین ہے اور بندے بھی سب اللہ کے بندے ہیں اور جو شخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس زمین کا زیادہ حق دار ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کے اسی اعلان کے پیش نظر سیدنا عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حضرت بلال بن حارث مزنیؓ کو عطا کردہ جاگیر میں سے بے آباد زمین کے بارے میں اپنے دور میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ تم جس قدر زمین آباد کر سکتے ہو وہ رکھ لو اور باقی لوٹا دو، چنانچہ آپ نے حضرت بلالؓ سے زائد زمین واپس لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دی تھی۔ (۴۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے کچھ لوگوں کو جاگیر دی تھی، جسے انھوں نے آباد نہ کیا اور کسی دوسرے قبیلے کے لوگوں نے اس زمین کو آباد کر لیا۔ اس پر ان دونوں گروہوں کے مابین جھگڑا پیدا ہو گیا اور معاملہ حضرت عمرؓ تک جا پہنچا تو انھوں نے فرمایا:

> ''اگر یہ میرے یا ابوبکرؓ کے دور کا معاملہ ہوتا تو میں تمھیں لوٹا دیتا لیکن یہ تو رسول اللہ ﷺ کی عنایت کردہ جاگیر ہے۔'' یعنی بہت پرانا معاملہ ہے۔

پھر فرمایا:

> ''مَنْ كَانَتْ لَهُ أَرْضٌ ثُمَّ تَرَكَهَا ثَلاثَ سِنِينَ فَلَمْ يَعْمُرْهَا فعمرها قوم آخَرُونَ فَهُمْ أَحَقُّ بِهَا''(۴۳)
>
> (جس کے پاس کوئی زمین ہو اور وہ تین سال تک اسے بنجر پڑی رہنے دے آباد نہ کرے اور دوسرے لوگ اسے آباد کر لیں تو وہ (آباد کرنے والے) اس زمین کے زیادہ حق دار ہیں۔)

۸۔ بنو نوع انسانیت میں اندھا دھند بڑھتی ہوئی غربت کا ایک سبب سوسائٹی کے بعض افراد کا سود، رشوت، ناجائز منافع خوری، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی جیسے حرام اور قبیح ذرائع آمدنی کے ذریعے سے سفید پوش طبقے اور غرباء کا معاشی استحصال ہے۔ سیرت الرسول ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ انسداد غربت کے لیے آپ نے اکتسابِ معیشت کے باب میں صرف حلال ذرائع کی اجازت دی اور مذکورہ اور ان جیسے دیگر حرام ذرائع معاش کو سوسائٹی میں کلّیتہً ممنوع اور حرام قرار دیا ہے تاکہ استحصال کا دروازہ ہی نہ کھلنے پائے۔ مضمون کی ضخامت مجھے ان حرام ذرائع معاش کی تفصیل میں جانے کی اجازت نہیں دیتی، لیکن صرف اتنا کہوں گا کہ آپ نے حرام ذرائع سے کمائی ہوئی دولت کو اس قدر قبیح قرار دیا کہ اس سے دیا ہوا صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ فرمایا:

> ''مَنْ جَمَعَ مَالاً حَرَامًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ أَجْرٌ وَكَانَ اِصْرُهُ عَلَيْهِ''(۴۴)
>
> (جس شخص نے حرام مال جمع کیا، پھر اسے صدقہ کر دیا تو اس کے لیے اس میں کوئی اجر نہیں ہے، بلکہ اس کا بوجھ اس پر ہوگا۔)

دور حاضر میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ متعدد بار حکمران طبقے کو مختلف مصائب و آلام

اور قدرتی آفات کے شکار لوگوں کی اشک شوئی کے لیے اندرونی اور بیرونی امداد حاصل ہوئی لیکن یہ کبھی بھی صحیح مستحقین تک نہیں پہنچ پائی۔ یہ بھی غربت میں اضافے کا ایک سبب ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات، تربیت اور کردار سازی سے صحابہ کرام کو اس عیب سے بھی محفوظ کر دیا تھا۔ جنگ خیبر کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مدعم نامی غلام آپ کی سواری تیار کر رہا تھا تو کسی جانب سے ایک تیر آیا جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ صحابہ کرام نے یہ معاملہ دیکھ کر کہا کہ یہ تو جنتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

"كَلَّا وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِى أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ، لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا"

(خیبر کے روز مال غنیمت میں حاصل ہونے چھوٹی چادر جو اس سے تقسیم غنیمت سے پہلے لے لی تھی اس پر آگ بن کر بھڑک رہی ہے۔)

صحابہ کرام غبن کی یہ وعید سن کر خوف زدہ ہو گئے اور ایک شخص (مال غنیمت کے) ایک یا دو تسمے لے کر جمع کروانے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ – أَوْ – شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ"(۴۵)

(یہ جہنّم کا ایک تسمہ ہے یا یہ جہنّم کے دو تسمے ہیں۔)

یعنی اگر تو انھیں جمع نہ کرواتا تو یہ ایک دو تسمے تیرے لیے جہنّم کے ایک یا دو تسمے بن جاتے۔

۹۔ انسداد غربت کے لیے تعلیمات نبوی ﷺ میں ہر شہری کو معاشرتی راحت و سکون اور اس کی معیشت کے تحفّظ کی ضمانت دی گئی ہے اور رب العالمین نے مخلوق کو رزق کی فراہمی کی جو ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے اس کی تکمیل نیابتِ الٰہی کے مستحق ہونے کی حیثیت سے اسلامی حکومت پر لازم ہے۔ اسلامی حکومت کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھیں اور اگر کوئی شخص اپنی ضروریات پوری کرنے پر قادر نہ ہو تو حکومت انھیں پورا کرے جیسا کہ سیرت رسول ﷺ سے ہمیں اس کی متعدد زریں مثالیں ملتی ہیں۔ میں اس سلسلے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک ارشاد نقل کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"مَنْ تُوُفِّيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دَيْنًا فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ وَمَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ"(۴۶)

(جو صاحب ایمان قرض چھوڑ کر فوت ہو گیا تو اس کی ادائیگی میری ذمہ داری ہے اور اس نے جو مال چھوڑا وہ اس کے ورثاء کا ہے۔)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے واشگاف الفاظ میں علی الاطلاق فرمایا:

"فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لاَ وَلِيَّ لَهُ"(۴۷)

(حکمران (یا حکومت) ہر اس آدمی کا سرپرست اور ذمہ دار ہے جس کا کوئی سرپرست نہ ہو۔)

اس حدیث سے یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہو جاتی ہے کہ اسلامی ریاست کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ محروم المعیشت افراد کے معاشی استحکام اوران کی کفالت کا اہتمام کرے اوراس کے لئے جملہ ذرائع بروئے کار لائے جائیں۔عوام کی معاشی ضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری حکومتِ وقت پر کس حد تک عائد ہوتی ہے اس کا اندازہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے اس خطبے سے ہوتا ہے جو آپ نے قادسیہ کی فتح کی خوشخبری سنانے کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''میں اس بات کا شدید خواہش مند ہوں کہ جب تک ہم میں سے کوئی کسی کے لیے گنجائش رکھتا ہے تو میں تمھاری جو بھی ضرورت دیکھوں اسے پورا کروں۔جب ہمارے اندر اتنی گنجائش نہ رہ جائے تو ہم باہمی امداد کے ذریعے گزر اوقات کریں گے یہاں تک کہ سب کا معیارِ زندگی ایک سا ہو جائے۔کاش تم جان سکتے کہ میرے دل میں تمہارا کتنا خیال ہے۔لیکن میں یہ بات تمہیں عمل کے ذریعے ہی سمجھا سکتا ہوں۔خدا کی قسم میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنا کر رکھوں بلکہ خدا کا بندہ ہوں (حکومت کی) امانت میرے سپرد کی گئی ہے۔اب اگر میں اس کو اپنی ذاتی ملکیت نہ سمجھوں بلکہ (تمہاری امانت سمجھ کر) تمہاری طرف واپس کر دوں اور تمہارے پیچھے پیچھے چلوں یہاں تک کہ تم اپنے گھروں میں سیر ہو کر کھا پی سکو تو میں تمہارے ذریعے فلاح پاؤں گا اور اگر میں اسے اپنا بنا لوں اور تمہیں اپنے پیچھے پیچھے چلنے اور (اپنے حقوق کے لیے) اپنے گھر آنے پر مجبور کر دوں تو تمہارے ذریعہ میرا انجام خراب ہوگا۔(دنیا میں) کچھ عرصے خوشی منا لوں گا مگر (آخرت میں) عرصہ دراز تک غمگین رہوں گا اور میرا حال یہ ہوگا کہ نہ کوئی مجھے کچھ کہنے والا ہوگا اور نہ کوئی میری بات کا جواب دے گا کہ میں اپنا عذر بیان کر کے معافی حاصل کر سکوں۔''(۴۸)

رسول کریم ﷺ کی انھی تعلیمات کا اثر تھا کہ خلفائے راشدین نے اپنے دورِ خلافت میں اس ذمہ داری کا کمال احساس رکھا اور اسے پورا کرنے کے لیے مصروفِ کار رہے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر ساحلِ فرات پر کوئی بے سہارا اونٹ مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں باز پرس کرے گا۔''(۴۹)

یہ ان زریں اصولوں میں سے اختصار سے بیان کردہ چند چیدہ چیدہ اصول ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے اسلامی معیشت کی عمارت کی نہ صرف بنیاد رکھی بلکہ یہ پیش گوئی بھی فرمائی کہ عنقریب تمھیں اس نظامِ معیشت کی برکات سے طول وعرض میں پھیلی ہوئی سلطنت اسلامیہ میں ایک بھی غریب فرد دکھائی نہیں دے گا۔رسول اللہ ﷺ نے حضرت عدی بن حاتمؓ کو مختلف پیش گوئیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وَلَئِنْ طَالَتْ بِهَ حَيَاةٌ لَتَرَيَنَّ الرَّجَلَ يُخْرِجُ مِلْءَ كَفِّهِ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ يَطْلُبُ مَنْ يَقْبَلُهُ مِنْهُ فَلَا يَجِدُ أَحَدًا يَقْبَلُهُ مِنْهُ''(۵۰)

(اگر تمھاری زندگی نے وفا کی تو تم ضرور ایسے شخص کو دیکھو گے جو مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر اس تلاش میں نکلے گا کہ کوئی اس سے یہ سونا چاندی (بطور صدقہ) قبول کر لے لیکن وہ کسی ایک بھی ایسے فرد کو نہیں پائے گا جو اس سے اس سونے چاندی کو لے لے۔)

اور پھر چشم فلک نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں تین براعظموں پر محیط اور تقریباً ستاون لاکھ اکانوے ہزار مربع میل رقبے پر مشتمل وسیع و عریض سلطنت اسلامیہ میں اس پیش گوئی کو حقیقت کا روپ دھارتے دیکھا۔ عمر بن اسیدؒ بیان کرتے ہیں:

"واللّٰہ ما مات عمر بن عبد العزيز حتى جعل الرجل يأتينا بالمال العظيم فيقولون اجعلوا هذا حيث ترون في الفقراء فما يبرح حتى يرجع بماله يتذكر من يضعه فيهم فلا يجده فيرجع بماله قد أغنى عمر بن عبد العزيز الناس"(۵۱)

(اللہ کی قسم! سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات سے قبل یہ حالات تھے کہ لوگ مال کثیر لے کر حاضر ہوتے اور کہتے کہ فقراء میں جہاں آپ اسے مناسب سمجھتے ہیں خرچ کر دیں۔ لوگ مسلسل یاد کرتے رہتے کہ کسے یہ مال دیں لیکن کوئی شخص نہ ملتا (جسے وہ مال دیا جا سکتا ہو) چنانچہ وہ شخص مال واپس لے جانے پر مجبور ہو جاتا۔ بلاشبہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے لوگوں کو مالدار اور غنی کر دیا تھا۔)

امام بیہقیؒ یہ حکایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"في هذه الحكاية تصديق ما روينا في حديث عدي بن حاتم عن النبي من قوله"(۵۲)

(اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کے حضرت عدی بن حاتم سے مروی مذکورہ فرمان کی تصدیق ہوتی ہے۔)

بحیثیت مسلمان میرا اعتقاد ہے کہ اگر آج بھی ہمیں اسلامی تعلیمات پر یقین اور صداقت نبوی پر ایمان ہو اور ہم صدق دل سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو اپنی متاع حیات بنا لیں تو وہ وقت دور نہیں جب انسانیت غربت کے عفریت سے چھٹکارا حاصل کر لے گی۔ ورنہ جتنی بھی کوشش کر لی جائے دنیا جہان کا جو بھی جدید سے جدید نظام اپنا لیا جائے غربت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا۔

حوالہ جات

1. http://data.worldbank.org/indicator/SI.POV.2DAY& http://en.wikipedia.org/wiki/Measuring_poverty#cite_note-6
2. http://ur.wikipedia.org/wiki/%D8%BA%D8%B1%D8%A8%D8%AA
3. http://tribune.com.pk/story/675805/sdpi-report-58-7m-pakistanis-living-below-poverty-line/
4. http://wdi.worldbank.org/table/2.8
5. http://www.urduvoa.com/content/us-poverty/1751792.html
6. http://epp.eurostat.ec.europa.eu/tgm/table.do?tab=table&init=1&language=en&pcode=t2020_50&plugin=1
7. http://www.oxfam.org/en/eu/pressroom/pressrelease/2013-09-12/25-million-more-europeans-risk-poverty-2025-if-austerity-drags-on
8. http://www.oxfam.org/en/eu/pressroom/pressrelease/2013-09-12/25-million-more-europeans-risk-poverty-2025-if-austerity-drags-on

۹۔ اس کا حوالہ آئندہ آئے گا۔

۱۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ، أبو عبد الله الجعفی،الجامع الصحیح ،دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹م، وکتاب الرقاق، بابکیفَ کانَ عَیشُ النَّبِیِّ – صلی اللّٰہ علیہ وسلم – وَاأَصْحابِہِ ، وَتَخَلِّیھِم مِنَ الدُّنیا، ح:۶۴۵۲

۱۱۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الصَّلَاۃِ، باب عَقدِ الإزَارِ عَلَی القَفَا فِی الصَّلاۃِ، ح:۳۵۲،وباب الصَّلاۃِ فِی القَمِیصِ وَالسَّرَاوِیلِ وَالتُّبَّانِ وَالقَبَاء ،ح:۳۶۵، و باب نَومِ الرِّجَالِ فِی المَسجِدِ ،ح:۴۴۲،و مسلم بن الحجاج، أبو الحسن القشیری ، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۸م، کِتَاب الصَّلَاۃِ، بَاب الصَّلاۃِ فِی ثَوبٍ وَاحِدٍ وَصِفَۃِ لِبِیسِہِ،ح: ۵۱۵

۱۲۔ صحیح البخاری ، الجھاد، باب حَملِ الزَّادِ عَلَی الرِّقَابِ ،ح:۲۹۸۳، وکتاب الرقاق، باب کیفَ کَانَ عَیشُ النَّبِیﷺ وَاَصحَابِہ، ح:۶۴۵۳

۱۳۔ صحیح البخاری ، الرقاق، باب کَیفَ کَانَ عَیشُ النَّبِیِّ ﷺ وَاَصحَابِہِ ، وَتَخَلِّیھِم مِنَ الدُّنیَا،ح: ۶۴۵۸۔۶۴۵۹

۱۴۔ نفس المصدر،ح:۶۴۵۴

۱۵۔ نفس المصدر،ح:۶۴۵۷

۱۶۔ الترمذی، محمد بن عیسی، السنن،دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹م، وکتاب الزھد، باب مَنِ اتَّقَی المَحَارِمَ فَھُوَ اَعبَدُ النَّاسِ، ح:۲۳۰۵،وأحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبداللہ الشیبانی، المسند، مؤسسۃ قرطبۃ، القاھرۃ،ط.ن:۳۱۰/۲

۱۷۔ صحیح البخاری ، الرقاق، باب الغِنَی غِنَی النَّفس، ح:۶۴۴۶،وصحیح مسلم، کِتَاب الزکاۃ، باب لَیسَ الغِنَ؟ عَن کثرَۃِ العَرَض،ح:۱۰۵۱
۱۸۔ سورۃ النحل:۱۶/۷۱
۱۹۔ سورۃ الذاریات:۵۱/۱۹
۲۰۔ سنن الترمذی،الجھاد، باب مَا جَاءَ فِ الاِستِفتَاحِ بِصَعَالِیکِ المُسلِمِینَ، ح:۱۷۰۲، ومسند الأمام أحمد:۵/۱۹۸
۲۱۔ سنن الترمذی، الزھد،باب فِی التَّوَکلِ عَلَ اللّٰہِ،ح:۲۳۴۵
۲۲۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الزکاۃ ، باب أَخذِ الصَّدَقَۃِ مِنَ الأَغنِیَاءِ وَتُرَدَّ فِی الفُقَرَاءِ حَیثُ کَانُوا،ح:۱۴۹۶،وصحیح مسلم، کِتَاب الایمان ، باب الدُعَاءِ اِلَی الشَّھَادَتَینِ وَشَرَائِعِ الأَسلاَمِ ،ح:۱۹
۲۳۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الزکاۃ ، باب زَکَاۃِ الغَنَم،ح:۱۴۵۴
۲۴۔ أبو داؤد،سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض،۱۹۹۹ام،کِتَاب الخَرَاجِ ، بَاب فِی اَخذِ الجِزیَۃِ، ح:۳۰۴۰،النسائی، أحمد بن شعیب، أبوعبد الرحمن، المجتبی من السنن، دارالسلام ، الریاض،۱۹۹۹ام، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ البقر،ح:۲۴۵۰
۲۵۔ الھروی، القاسم بن سلام،ابوعبید، کتابالأموال، دارالضیلۃ ، السعودیۃ،۲۰۰۷م:۱/۸۶، البیھقی، أحمد بن الحسین بن علی بن موسی ،أبو بکر، السنن الکبری،مکتبۃ دار الباز، مکۃ المکرمۃ ،۱۹۹۴م:۸/۱۹۵۔۱۹۸
۲۶۔ الھروی، القاسم بن سلام،ابوعبید، کتابالأموال:۱/۸۶
۲۷۔ ابن زنجویہ، حمید، الأموال، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، السعودیۃ،۱۹۸۶ام:۱/۱۶۲
۲۸۔ الأموال لابن زنجویہ:۱/۱۶۹،الأموال للقاسم بن سلام:۱/۱۰۳
۲۹۔ نفس المواضع
۳۰۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الجزیَۃِ ، باب الجِزیَۃِ وَالمَوَادَعَۃِ مَعَ أھلِ الحَربِ
۳۱۔ صحیح مسلم، کِتَاب البر والصلۃ والادب ، باب الوَعِیدِ الشَّدِیدِ لِمَن عَذَّبَ النَّاسَ بغَیرِ حَقٍّ،ح:۲۶۱۳
۳۲۔ نعمانی،شبلی،مولانا،الفاروق،دارالاشاعت،اردوبازار،کراچی،ط۔ن،ص:۲۸۲
۳۳۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراھیم، کتاب الخراج ، دارالمعرفۃ، بیروت،۱۹۸۹م،ص:۳۷
۳۴۔ سنن الترمذی،الزھد، باب مَا جَاءَ مَثَلُ الدُنیَا مَثَلُ اَربَعَۃِ نَفَرٍ،ح:۲۳۲۵،ومسند الأمام أحمد:۲/۲۱۸
۳۵۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الزکاۃ ، باب الاِستِعفَافِ عَنِ المَسأَلَۃِ،ح:۱۴۷۰
۳۶۔ صحیح البخاری ، کِتَاب البیوع ، باب کَسبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِہِ بِیَدِہِ،ح:۲۰۷۲

۳۷۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الاَضَاحِیِّ ، باب مَا یُوکلُ مِن لحومِ الاَضَاحِیِّ وَمَا یُتزَوَّدُ مِنھَا ، ح:۵۵۶۹، وصحیح مسلم، کِتَاب الاَضَاحِیِّ ، باب بَیَانِ مَا کَانَ مِنَ النَّھیِ عَنی اکلِ لُحُومِ الاَضَاحِیِّ بَعدَ ثَلاَثٍ فِی اَوَّلِ الِسلاَمِ وَبَیَانِ نَسخِہِ وَاِبَاحَتِہِ اِلَی مَتَی شَاءَ،ح:۱۹۷۴

۳۸۔ صحیح مسلم، کِتَاب اللقطة ، باب استِحبَابِ المُوَاسَاةِ بِفُضُولِ المَالِ،ح:۱۷۲۸

۳۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل ، ابو عبد الله الجعفی، الادب المفرد، دارالبشائر الاسلامیة،بیروت،۱۹۸۹م،ص:۱۹۸،رقم:۵۶۲

۴۰۔ سنن ابی داود ، الخراج، باب فِی اِحیَاءِ المَوَاتِ،ح:۳۰۷۵

۴۱۔ نفس المصدر، ح:۳۰۷۸

۴۲۔ کتاب الخراج لابی یوسف،ص:۶۲

۴۳۔ کتاب الخراج لابی یوسف،ص:۶۱۔ *تین سال سے زائد بنجر زمین رکھنے پرحق ملکیت آبادکار کی طرف منتقل ہونے کے بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی مروی ہے(کتاب الخراج لابی یوسف،* ص:۶۵) *لیکن وہ ضعیف ہے*(الالبانی ، محمد ناصر الدین بن الحاج ،سلسلة الاحادیث الضعیفة والموضوعة:۲۹/۲،دار المعارف، الریاض، السعودیة،۱۹۹۲م) *اس لیے میں نے اسے متن میں ذکر نہیں کیا۔*

۴۴۔ ابن حبان ،محمد بن حبان بن احمد، ابو حاتم التمیمی البستی، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان،موسسة الرسالة،بیروت،۱۹۹۳م:۱۱/۸،ابن خزیمة، محمد بن اسحاق، ابوبکر السلمی النیسابوری،الصحیح ،المکتب الاسلامی، بیروت،۱۹۷۰م:۱۱۰/۴

۴۵۔ صحیح البخاری ، کِتَاب الایمان والنذور، باب ھَل یَدخُلُ فِی الایمَانِ وَالنُّذُورِ الاَرضُ وَالغَنَمُ وَالزُّرُوعُ وَالاَمتِعَةُ،ح:۶۷۰۷، وصحیح مسلم، کِتَاب الایمان، باب غِلَظِ تَحرِیمِ الغُلُولِ وَاَنَّہُ لاَ یَدخُلُ الجَنَّةَ اِلَّا المُومِنُونَ ،ح:۱۱۵

۴۶۔ صحیح البخاری ، کِتَاب النفقات ، باب قَولِ النَّبِیِّ – صلی الله علیه وسلم – مَن تَرَکَ کَلًّا اَو ضَیَاعًا فَاِلَیَّ،ح:۵۳۷۱

۴۷۔ سنن ابی داود، کتاب النکاح، باب فی الولی، ح:۲۰۸۵، سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء لا نکاح الا بولی،ح:۱۱۰۲

۴۸۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر ، ابو الفداء الدمشقی، البدایة والنھایة ،داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۸م:۷/۵۴۔۵۵

۴۹۔ ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع ،ابو عبدالله، الطبقات الکبری،دار صادر، بیروت، لبنان،ط.ن.:۳۰۵/۳

۵۰۔ صحیح البخاری ، کِتَاب المناقب، باب عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِی الاِسلاَمِ ،ح:۳۵۹۵

۵۱۔ البیهقی، دلائل النبوة:۴۹۳/۶،دار الکتب العلمیة ؟ ودار الریان للتراث،۱۹۸۸م

۵۲۔ نفس الموضع